نقد و بحث

مولٰنا برق التوحیدی

اشتراک فی القتل

(بسلسلہ تعزیرات اسلام) قسط (۶)

محترم قارئین کرام اس سے قبل آپ مسلمان کو ذمی کے بدلے قتل کرنے کے متعلق پڑھ چکے ہیں، اب ہم اسی قسط کے ساتھ متعلق دوسرے مسئلہ کی طرف آتے ہیں کہ اگر ایک قتل میں متعدد آدمی ملوث ہوں تو کیا ان میں سے ایک کو قتل کیا جائے گا یا تمام کو ـــــ لیکن اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ آدمی کو متعدد افراد مل کر برضا و رغبت قتل کرتے ہیں، دوسری یہ کہ ایک آدمی کو دوسرا مجبور کرتا ہے کہ تو فلاں آدمی کو قتل کر دے اور وہ کرہاً قتل کر دیتا ہے تو کیا دونوں پر قصاص ہوگا یا صرف آمر یا مامور پر ؟

جہاں تک پہلی صورت کا تعلق ہے تو تقریباً ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ ایک کے بدلے تمام کو قتل کیا جائے گا۔ البتہ اہل ظاہر اس کے خلاف ہیں، علامہ ابنِ قدامہ فرماتے ہیں کہ:

"وجملۃ ان الجماعۃ اذا قتلوا واحدا فعلٰی کل واحد منھم القصاص اذا کان کل واحد منھم لو انفرد بفعلہ وجب علیہ القصاص روی ذالک عن عمر و علی والمغیرۃ بن شعبۃ وابن عباس وبہ قال سعیدؒ بن المسیب والحسن وابو سلمۃ و عطاء وقتادۃ وھو مذھب مالک والثوری والاوزاعی والشافعی وابی ثور واصحاب الرائی ۔" (مغنی ص ۳۶۶ ، ج ۹)

اس کے بعد موصوف فرماتے ہیں "ولنا اجماع الصحابۃ رضی اللہ عنھم"۔ یعنی اس بات پر صحابہ کرام کا اجماع ہے۔ کیونکہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر اس قتل میں تمام اہلِ صنعاء شریک ہوتے تو بھی میں تمام کو قتل کروا دیتا ـــــ تو کسی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر اعتراض نہ کیا بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک کے بدلے تین کو قتل کیا اور اسی طرح ابن عباسؓ نے ایک قتل میں ملوث متعدد افراد کو قتل کروا دیا تھا لیکن کسی صحابی نے اس کا انکار نہ کیا جس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا اس بات پر اتفاق تھا کہ ایک کے بدلہ میں متعدد

ملوث افراد کو قتل کیا جائے گا۔

حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا جو عمل سنن دار قطنی اور بیہقی وغیرہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ترمذی میں حضرت ابو سعید، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

"لو ان اهل الارض اشتركوا في دم مومن لا كبهم الله في النار"۔

اس کا بھی تقاضا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ آخرت کے بدلہ میں تمام کو عذاب دے گا دنیا میں بھی ان تمام پر حد کا اجراء ہو۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"وقد سمعت عددا من المفتين وبلغني عنهم انهم يقولون اذا قتل الرجلان او الثلاثة او اكثر الرجل عمدا فعليه قتلهم معا" (کتاب الام ص۱۹۰ ج ۶)

امام ابو بکر رازیؒ "ومن يقتل مؤمنا متعمدا" کے بعد فرماتے ہیں کہ۔

"ولا خلاف ان هذا الوعيد لاحق بمن شارك غيره في القتل وان عشرة لو قتلوا رجلا عمدا لكان كل واحد منهم داخلا في الوعيد قاتلا للنفس يلزمه من الكفارة ما يلزمه المنفرد من القتل" (احکام القرآن ص۱۷ ج ۱)

علامہ ابن رشدؒ اسی مسئلہ پر تفصیلی نوٹ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"فان جمهور فقهاء الامصار قالوا تقتل الجماعة بالواحد منهم مالك وابو حنيفة والشافعي والثوري واحمد وابو ثور وغيرهم سواء كثرت الجماعة او قلت وبه قال عمرؓ حتى روى انه قال لو تمالأ عليه اهل صنعاء لقتلتهم جميعا"۔ (بدایۃ المجتهد ص۲۹۹ ج ۲)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"اذا اشتركوا في قتله وجب القود على جميعهم باتفاق الائمة الاربعة"!

(فتاوی ص۱۳۹ ج ۳۴)

ان تمام حوالہ جات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فقہاء و محدثین عظام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اسی طرف گئے ہیں کہ اگر چند آدمی مل کر کسی کو قتل کر دیں تو قصاصاً ان تمام کو قتل کیا جائے گا۔ البتہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ قصاص میں مساوات

ضروری ہے۔ اب یہاں جب مساوات نہیں لہذا قصاص میں جمیع کو قتل نہیں کیا جائے گا جیسا کہ امام احمد سے بھی ایک روایت ہے لیکن یہ بات اس وجہ سے درست نہیں کہ اس حکم کا جو پس منظر ہے وہ یہ ہے کہ اہل عرب ایک کے بدلے متعدد افراد کو محض قبائلی تعصب اور فخر کی وجہ سے قتل کر دیتے تھے خواہ کوئی شخص قتل میں ملوث ہوتا یا نہ ——— تو اسلام نے آکر اس ناانصافی کو ختم کرتے ہوئے یہ اصول بنایا کہ جو افراد قتل میں ملوث ہوں صرف انہی کو قتل کیا جائے خواہ وہ کوئی ہوں لیکن کسی دوسرے کو قتل نہ کیا جائے، علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ :

"والجواب ان المراد بالقصاص فی الآیۃ قتل من قتل کائنا من کان ردا علی العرب التی کانت ترید ان تقتل بمن قتل من لم یقتل وتقتل فی مقابلۃ الواحد مائۃ افتخارا واستظهارا بالجاه والمقدرة فامر اللّٰه سبحانه بالعدل والمساواة وذلک بان یقتل من قتل" الخ (تفسیر قرطبی ص ۲۵۱ ج ۲)

لیکن تعجب ہے کہ احناف یہاں تو مساوات کی پروا نہیں کرتے لیکن ذمی کے بدلے مسلمان کو قتل کرنے میں مساوات کے اصول کو بنیاد بنا کر انکار کر دیتے ہیں جبکہ مماثلت من کل الوجوہ مراد نہیں ہوتی علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں :۔

"حتی لو قتل جماعۃ واحدا یقتلون بہ قصاصا وان یکن بین الواحد والعشر مماثلۃ لوجود مماثلۃ الفعل"۔ (البدائع والصنائع ص ۴۶۲۳ ج ۱۰)

حصولِ مقصد

اللہ تعالیٰ نے عدل وانصاف کے ضمن میں قصاص کا جو فلسفہ اور حکمت بتائی ہے اس کا بھی یہی تقاضا ہے کہ حصول مقصد کے لئے تمام ملوث افراد پر حد قائم کی جائے یقیناً اگر ایسا نہ کیا جائے تو ان وارداتوں میں ناقابل تصور اضافہ ہونا عین ممکن ہے اور ایسی خانہ جنگی یا جاہلیت کی لڑائیوں کا قصہ طولانی شروع ہو جائے گا کہ ختم ہونے کو نہ آنے کے ساتھ اسلامی حدود کا تعطل بھی واضح ہو جائے گا۔ لہٰذا ان امور کا تقاضا یہ ہے کہ تکمیل مقصد کے لئے ایک قتل میں ملوث تمام افراد کو مساوی سزا دی جائے۔ علامہ قرطبی نے اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ :

"فلو علم الجماعۃ انہم اذا قتلوا الواحد لم یقتلوا لتعاون الاعداء علی قتل اعدائہم بالاشتراک فی قتلہم وبلغوا الامل من التشفی ومراعاۃ ہذہ القاعدۃ اولی من مراعاۃ الالفاظ واللّٰه اعلم" (قرطبی ص ۲۵۲ ج ۲)

علامہ کاسانی حنفی اسی مفہوم کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں کہ:

"واحق مایجعل فیہ القصاص اذا قتل الجماعۃ الواحد لان القتل لایوجد عادۃ الاعلی سبیل التعاون والاجتماع فلو لم یجعل فیہ القصاص لانسد باب القصاص اذ کل من رام قتل غیرہ استعان بغیرہ یضمہ الی نفسہ لیبطل القصاص عن نفسہ وفیہ تفویت ماشرع لہ القصاص وھو الحیاۃ"۔ (البدائع ص ۴۶۲۹ ج ۱۰)

یعنی اگر ایسا نہ کیا جائے تو قصاص کا اصل مقصد جو بقائے زندگی ہے وہ فوت ہو کر رہ جاتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ مسئلہ قصاص بھی باطل ہو جاتا ہے۔ بنا بریں ضروری ہے کہ منشائے شریعت کے مطابق ایک قتل میں ملوث تمام افراد کو قتل کیا جائے تاکہ ایسے جرائم کا انسداد ممکن ہو۔ وگرنہ لوگ پہلے سے بھی زیادہ جماعت کی آڑ میں قتل واحد کا ارتکاب کریں گے۔ اور زمین میں ایک ختم نہ ہونے والا فساد برپا ہوگا اور زندگی کا بقا مشکل ہو جائے گا۔

علامہ ابن رشد فرماتے ہیں کہ:

"فانہ مفھومات القتل انما شرع لنفی القتل کما نبہ علیہ الکتاب فی قولہ تعالیٰ "ولکم فی القصاص حیاۃ یاولی الالباب" واذا کان ذلک کذلک فلو لم تقتل الجماعۃ بالواحد لتذرع الناس الی القتل بان یتعمد واقتل الواحد بالجماعۃ (بدایۃ المجتہد ص ۳۰۰ ج ۲)

دوسری صورت اس صورت کے دو جز ہیں اول صرف یہ کہ جسے مجبور کیا گیا ہے اس پر حد ہوگی یا نہیں دوم یہ کہ اکراہ کب متحقق ہوتا ہے یعنی مجبوری کا تعین۔

جہاں تک پہلے جز کا تعلق ہے اس میں شوافع، مالکیہ اور حنابلہ تقریباً متفق ہیں کہ قصاص دونوں پر ہوگا کیونکہ آمر نے حکم دیا ہے اور مامور نے براہ راست اس فعل کا ارتکاب کیا ہے البتہ بعض شوافع کا قول یہ بھی ہے کہ قصاص صرف آمر پر ہوگا مامور پر نہیں جس کو علامہ عبدالرحمٰن الجزیری نے تفصیلاً ذکر کیا ہے اس قول کو ذکر کرتے ہوئے وہ فرماتے ہیں:۔

وقیل القصاص علی المکرہ بالکسر اما المکرہ بالفتح فلا قصاص علیہ لقول الرسول صلی اللہ علیہ وسلم رفع عن امتی الخطأ والنسیان وما استکرھوا علیہ ولانہ کالآلۃ فی ید المکرہ (الفقہ علی المذاہب الاربعہ ص ۲۸۵ ج ۵)

یعنی اکراہ اور جبر کی صورت میں مامور صرف آلہ کی حیثیت سے ہوتا ہے اب حاکم

اور آمر اسے جیسے چاہے استعمال کر سکتا ہے جس کی وجہ سے اس پر حد نہیں ہوگی۔

یاد رہے کہ اس قول کو علامہ جزیری نے بصیغہ مجہول ذکر کیا ہے جس سے اشارہ ہوتا ہے یہ قول شوافع کا محقق اور اصل قول نہیں لیکن آگے چل کر بصیغہ معروف فرماتے ہیں کہ:

قال الشافعیۃ لا یجوز للمکرہ بالفتح الاقدام علی القتل المحرم لذاتہ وان لم یجب علیہ القصاص بل علیہ الاثم یوم القیامۃ الخ (ایضاً ص۲۸۹ ج۵)

یعنی شوافع سے دو روایتیں منقول ہیں اب فقہ شافعیہ کی مفصل و مستند فقہی کتابوں کی عدم موجودگی میں یہ فیصلہ کرنا ہمارے لیے مشکل ہے کہ صحیح اور راجح قول کون سا ہے اس کم مائیگی پر ہم اپنے قارئین سے معذرت خواہ ہیں اور اہل ثروت احباب جماعت سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ادارہ علوم اثریہ فیصل آباد کی لائبریری کو ایسی کتابوں کا عطیہ دے کر ثواب دارین حاصل فرمائیں تاکہ اس قسم کا دینی اور جماعتی کام باحسن انداز سر انجام دیا جا سکے۔

ہاں البتہ علامہ جزیری ہی کے پیش کردہ مواد کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ دوسرا قول (یعنی عدم قصاص) راجح اور معتبر ہے کیونکہ ایک صورت کے ضمن میں موصوف نے شوافع سے دو صورتیں ذکر کی ہیں اور آخر میں نقل فرماتے ہیں کہ "الاظہر عدم القصاص" جبکہ یہ صورت مذکورہ مسئلہ سے اہون ہے یعنی اگر کوئی شخص دوسرے کو کہے کہ مجھے قتل کر دو ورنہ میں تجھے قتل کر دوں گا تو کیا قاتل پر قصاص ہوگا یا نہیں، جبکہ قتل اذن سے مباح نہیں ہوتا جیسا کہ زنا وغیرہ ہے اس کے بعد متصلاً موصوف نقل فرماتے ہیں کہ:

وَلَوْ اَمَرَ السُّلْطَانُ شَخْصًا بِقَتْلِ اٰخَرَ ظُلْمًا بِغَيْرِ حَقٍّ وَالْمَأْمُوْرُ لَا يَعْلَمُ ظُلْمَ السُّلْطَانِ وَلَا خَطَأَهُ وَجَبَ الْقَوَدُ اَوِ الدِّيَةُ وَالْكَفَّارَةُ عَلَى السُّلْطَانِ فَقَطْ وَلَا شَيْءَ عَلَى الْمَأْمُوْرِ لِاَنَّهُ اٰلَتُهُ وَلَا بُدَّ مِنْهُ فِي السِّيَاسَةِ (ایضاً ص۲۹ ج۵)

یعنی اصل مسئلہ کی صورت میں مامور صرف آلہ کی حیثیت رکھتا ہے جس کی وجہ سے کفارہ اور حد وغیرہ آمر پر ہوگی نہ کہ مامور پر ــــ بالخصوص ایسے معاملات سیاسی حریفوں کے ساتھ ہوتے ہی رہتے ہیں یعنی حاکم اپنی سیاست کے پیش نظر اگر رعیت کے کسی آدمی سے مجبوراً قتل کروا دے تو حد حاکم پر ہوگی کیونکہ رعیت تو حاکم بالخصوص جابر حاکم کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

احناف علامہ جزیری فرماتے ہیں کہ آمر (یعنی جو کسی کو قتل پر مجبور کرتا ہے) پر ہوگی مامور پر

مجبور پر نہیں البتہ اسے تعزیری سزا ہو گی اور صحیح بات بھی تقریباً یہی معلوم ہوتی ہے کہ مامور پر بالکل حد نہ لگائی جائے کیوں کہ فرمان الٰہی ہے۔

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (بقرہ)

..... إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ۔ الآية (نحل)

یعنی اگر انسان محض اکراہ و جبر کی بنا پر کسی جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو اسے معاف کر دیا جاتا ہے اور مذکورۃ الصدر حدیث سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ مجبور شخص پر کسی قسم کی حد نہیں البتہ اب یہ مسئلہ باقی ہے کہ اکراہ کونسا معتبر ہے اور وہ کب متحقق ہوتا ہے۔ دراصل یہ بات حالات پر منحصر ہے یعنی آمر اور مامور دونوں کے حالات پر ۔ کیونکہ بعض اوقات انسان مالی طور پر مجبور ہو سکتا ہے کبھی اولاد اور کبھی ذاتی حیثیت سے وغیرہ وغیرہ۔

علامہ جزیری نے شوافع کے ضمن میں لکھا ہے کہ :

وَإِنَّمَا يَكُونُ الْمَأْمُورُ مُكْرَهًا بِالْفَتْحِ إِذَا كَانَ لَا يُمْكِنُهُ الْمُخَالَفَةُ كَخَوْفِ قَتْلٍ مِنَ الْآمِرِ أَوْ قَطْعِ عُضْوٍ أَوْ قَتْلِ وَلَدٍ فَإِنْ لَمْ يَخَفْ اقْتُصَّ مِنْهُ وَحْدَهُ دُونَ الْآمِرِ (الفقه على المذاهب الاربعه ج ۵ ص ۱۹)

اسی طرح صفحہ ۲۰۸ ج ۵ پر رقم طراز ہیں :

والاكراه لا يتم الا بالمتخوف بالقتل او باتلاف ما يخاف عليه التلف من الاعضاء كالقطع والضرب الشديد وقيل يحصل الاكراه بما يحصل به الاكراه على الطلاق من انواع التهديدات ۔

یعنی قتل کی دھمکی مال و اعضا کے اتلاف کا خطرہ یا دیگر تخویف اور ڈرانے دھمکانے کے جو بھی مروجہ طریقے ہوں وہ اکراہ کے ضمن میں آتے ہیں اور ان مختلف طریقوں کے ساتھ جس کو بھی اس بات پر مجبور کیا جائے کہ وہ کسی کو قتل کر دے تو اس کے ارتکاب پر اسے قصاصاً قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ حد اس پر جاری ہو گی جس نے اسے حکم دیا اور ڈرایا دھمکایا اور مجبور کیا ہے۔

علامہ ابن الہمام حنفی نے شرح ہدایہ میں اکراہ کی مفصل بحث کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

ان الاكراه نوعان نوع يعدم الرضا ويفسد الاختيار وذلك بان يكون بقتل او بقطع عضو وهو الاكراه الملجئ (فتح القدير ج ۷ ص ۲۹۳)

یعنی اکراہ کی متعدد اقسام میں سے اکراہ ملجی وہ ہے جس سے رضا ختم اور اختیار ختم ہو جائے اور اس کا تحقق قتل یا قطع عضو وغیرہ سے ہوتا ہے۔

چنانچہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ ایسے اکراہ کا مصداق قاتل قابل حد نہیں بلکہ حد حاکم اور آمر پر ہو گی جس نے اس کو مجبور کیا ہے۔

تفریعات

(۱) قاضی بشیر احمد صاحب نے دفعہ ۳ ، شرائط موجب قصاص کے ضمن میں شرط ۳ کے تحت لکھا ہے کہ:

"اگر قتل کرنے میں ایک سے زائد افراد شریک ہوں تو ان میں ایسا آدمی شریک نہ ہو جو اگر اکیلا جرم قتل کا مرتکب ہوتا تو اس کو قصاص کی سزا نہ دی جا سکتی" (ص ۱۵۳ ج ۸۹ ترجمان القرآن)

محترم قارئین کرام آپ کو یاد ہو گا سابقہ قانون سرقہ کے ضمن میں ہم بارہا اس بات کا اعادہ کر چکے ہیں کہ ایسی تفریعات سے دراصل جرائم پیشہ افراد کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے نہ کہ جرائم کا انسداد ـــــ لہذا ایسے مخرب الاخلاق اور فساد فی الارض کے مصداق مضامین کا سلسلہ سیغہ بند ہونا چاہیے لیکن نہ معلوم عشاق فقہ حنفی کے کانوں پر جوں تک کیوں نہیں رینگتی ـــــ اور کتنے دکھ اور درد کی بات ہے کہ تعلیمات نبویہ کی پرواہ کیے بغیر بڑی دیدہ دلیری سے ایسے مضامین کی اشاعت جاری ہے۔

اور ایسے مضامین سے حیلہ سازی کی راہ ہموار ہوتی جو ابطال حدود پر منتج ہوتی ہے۔ اب کوئی صاحب خرد و دانش اس بات پر صاد نہیں کر سکتا کہ تین آدمی ایک شخص کو قتل کرتے ہیں اور ساتھ ایک بچے کو شامل کر لیتے ہیں تو ایسی صورت میں ان تمام پر حد قصاص جاری نہیں ہو گی یا کسی او رمرفوع القلم کو شامل جرم کر لیتے ہیں تو ان تمام سے حد رفع ہو جائے گی؟ ہرگز اور ہرگز نہیں عقل سلیم اس کا ابا کرتی ہے کہ اس طرح تو جرائم بڑھیں گے اور قصاص کی غرض و غایت بقائے زندگی ختم ہو کر رہ جائے گی۔ اس لیے ضروری ہے کہ ایسی صورت میں مکلف سے تو قصاص لیا جائے البتہ غیر مکلف کو زیادہ سے زیادہ تعزیری سزا دی جا سکتی ہے اور یہی مسلک قرین شریعت ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

ولو ان رجلا قتل رجلا وقتله معہ صبی او مجنون او حربی او من لا قود

علیہ بحال فمات من ضربهما معًا فان کان ضربهما معًا بما یکون فیہ القود قتل البالغ وکان علی الصبی نصف الدیۃ فی مالہ وکذالک المجنون۔ (کتاب الام ج ۶ ص ۲۴)

یہی مسلک مالکیہ کا ہے علامہ جزیری فرماتے ہیں کہ:۔

قالوا (المالکیۃ) اذا شارک بالغ عاقل مسلم صبیاً فی قتل رجل معصوم الدم علی التابید فانہ یجب قتل الکبیر دون الصبی ان تما لاءا علی قتلہ و یجب علی عاقلۃ الصبی نصف الدیۃ (الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ج ۵ ص ۲۹۳)

شوافع اور حنابلہ کے تحت فرماتے ہیں:

قالوا اذا اشترک فی قتل النفس عامد و مخطئ او مکلف وغیر مکلف مثل عامد وصبی او عاقل او مجنون ..... فانہ یجب قتل العاقل المکلف ویجب نصف الدیۃ علی عاقلۃ الصبی والمجنون (ج ۵ ص ۲۹۴)

البتہ علامہ ابن قدامہ نے مغنی میں امام احمد سے دو قول نقل فرمائے ہیں اور لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ رح، امام احمد کے علاوہ حسن، اسحاق اور اوزاعی کا بھی یہی قول ہے کہ ان تمام سے حد قصاص ساقط ہو جائے گی نیز ایک قول امام شافعی کا بھی یہی ہے۔

تفریع ۲/۱

قاضی موصوف دفعہ ۲/۱ کی تمثیل ۵ میں فرماتے ہیں کہ اگر (انسان کے ساتھ قتل کرنے میں سانپ وغیرہ یا کوئی درندہ شریک ہو) تو شرکائے قتل سے قصاص ساقط ہو جائے گا۔

اس تفریع کی دراصل دو شکلیں ہیں اول یہ کہ آدمی کسی شخص کو مارتا ہے لیکن اتفاقاً کوئی درندہ بھی مضروب پر حملہ آور ہو جاتا ہے تو ایسی صورت میں دیکھا جائے گا کہ جس کا فعل موت کا سبب بنا ہے اگر انسان کا فعل سبب حقیقی ہے تو قصاص ہوگا ورنہ نہیں ــــ دوم یہ کہ کوئی شخص اپنے ہمراہ درندہ یا سانپ وغیرہ اس غرض سے رکھتا ہے کہ کسی پر بوقت ضرورت حملہ کر کے اسے قتل کیا جا سکے اور وہ اسے استعمال کرتا ہے یا ویسے ہی درندہ کے تعاون سے کسی کو قتل کر دیتا ہے تو ایسی صورت میں قصاص ہوگا کیونکہ سانپ یا کوئی اور درندہ وغیرہ ایسی صورت میں محض آلہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

ولو ضربہ رجل بسیف وضربہ اسد او نمر او خنزیر او سبع ما کان ضربہ

فان کانت ضربۃ السبع تقع موقع الجرح فی ان یشق جرحھا فیکون الاغلب ان الجرح قتل دون الثقل فعلی القاتل القود الاان ورثتہ الدیۃ فیکون لھم نصفھا وان کانت ضربۃ لاتلھد ولاتقتل ثقلا کما یقتل الشدخ او الخشبۃ او الحجر الثقیل فلا یجرح فلا قود علیہ الخ (کتاب الام ص ۳ ج ۶)

علامہ جزیری شافعیہ اور حنابلہ کے تحت فرماتے ہیں کہ:

وکذا یقتل شریک السبع والحیۃ القاتلین غالبا فی قتل من یکافئہ (ص ۲۹۴ ج ۵)

اسی طرح مالکیہ کے ضمن میں رقم طراز ہیں کہ:

ومن شارک سبعا فی قتل انسان عمدا کان عقرہ سبع .... ومن جرح نفسہ جرحا ینشأ عنہ الموت غالبا .... ومن شارک حربیا .... قالوا یجب القصاص علی ھؤلاء المکلفین الذین شارکوا غیر مکلفین فان عقر السبع غیر معتبر فی الدنیا ولا فی الاخرۃ الخ (الفقہ علی المذاھب الاربعۃ ص ۲۹۳ ج ۵)

البتہ احناف کے نزدیک ہے کہ ایسے شخص سے قصاص ساقط ہو جائے گا جیسا کہ ردالمحتار میں درج ہے لیکن یہ بات بھی محض ابطال حدود کے مترادف ہے اور فطرت سلیمہ اس کا انکار کرتی ہے کہ ایسے تو ہر شخص دوسرے کو ایسے غیر مکلفین کے ذرائع واسباب بروئے کار لا کر قتل کر دے گا اور جرائم بڑھ جائیں گے کیونکہ اس سلسلہ میں اصل الاصول بات یہ ہے کہ کسی غیر مکلف کی شمولیت سے حد ساقط نہیں ہوتی جیسا کہ ہم پہلی اقساط میں واضح کر چکے ہیں۔

تفسیر الخازن مع النسفی

الترتیب والبیان عن تفصیل آمی القرآن، تفسیر روح البیان، احکام القرآن للجصاص، شرح شذور الذہب فی معرفۃ کلام العرب، اعلام الموقعین لابن قیم، منہاج السنۃ لابن تیمیہ، الحاوی للفتاوی للسیوطی، الخصائص الکبری للسیوطی، مروج الذہب ومعادن الجوہر، التاریخ، الفتاوی الحدیثیہ لابن حجر مکی۔ تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوٰۃ۔ علاوہ ازیں بے شمار عربی اردو کتب کا ذخیرہ آپ اپنی کوئی کتاب بیچنا چاہیں تو ہمیں یاد فرماویں۔

عبدالرحمٰن عاجز، مالک رحمانیہ دارالکتب امین پور بازار فیصل آباد۔